ہم
کیسا پاکستان
بنائیں گے

قاضی حسین احمد
(امیر جماعت اسلامی پاکستان)

ہم کیسا پاکستان بنائیں گے؟

قاضی حسین احمد

منشورات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہم پاکستان میں کس طرح کا اسلامی معاشرہ تعمیر کرنا چاہتے ہیں؟ اسلامی انقلاب سے ہماری مراد کیا ہے ؟ یہ معاشرہ کس طرح وجود میں آئے گا اور یہ انقلاب کیسے برپا ہو گا...؟ اس کے لیے ہم کتنا کام کر چکے ہیں اور ابھی کتنا کام کرنا باقی ہے؟ یہ بہت اہم سوالات ہیں۔ جماعت اسلامی موجودہ نظام کو تبدیل کر کے اس کی جگہ جو نظام برپا کرنا چاہتی ہے' اس کا ان سوالوں کے جوابات سے گہرا تعلق ہے۔

اسلامی انقلاب کے لیے اقتدار کیوں ضروری ہے؟

اقتدار کسی بھی معاشرے اور تمدن کو قائم کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ ہمارے سامنے ایک ایسے معاشرے کا واضح نقشہ ہے جسے ہم دنیا میں قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے قیام کے لیے اقتدار بنیادی ضرورت ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں یہاں برائی اور بھلائی ایک ساتھ چل رہی ہیں' برائی غالب اور بھلائی مغلوب ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں جس سرزمین کو اللہ کے کلمے کی سربلندی کے لیے حاصل کیا گیا تھا.... جسے اسلام کے سنہری اصولوں کے تحت امن و عافیت کا ایک گہوارہ بننا تھا' جہاں آزادی 'مساوات اور انصاف کا چلن ہونا تھا وہاں سخت بے یقینی' بدامنی اور ناانصافی کا دور

دورہ ہے۔ علاقائی، نسلی اور لسانی عصبیت کے ساتھ ساتھ مذہبی فرقہ واریت بھی عروج پر ہے۔ پاکستان دو ٹکڑوں میں بٹ چکا ہے اور بچے کھچے پاکستان کو بھی وطنی اور نسلی حوالے سے پانچ بڑے ٹکڑوں میں تقسیم کیا جا چکا ہے اور مزید تقسیم در تقسیم کا سلسلہ جاری ہے۔

اقتدار گزشتہ نصف صدی سے بدی کی طاقتوں کے ہاتھ رہا ہے، جس سے یہ سب تباہی ہوئی اور اسی لیے آج بھی فساد اور بدامنی جاری ہے۔ یہ کرپشن اور لوٹ مار اسی وجہ سے ختم نہیں ہوتی کہ ایک خیانت کار ٹولہ جاتا اور دوسرا آجاتا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں اس صورت حال کے خاتمے کے لیے ضروری ہے کہ اقتدار جماعت اسلامی کو ملے جس کے پاس موجودہ نظام کو ہٹانے اور ایک عادلانہ اسلامی نظام لانے کا واضح پروگرام موجود ہے۔ پچاس برس سے جاری اس ظلم، جبر، بے حیائی اور خیانت کے نظام سے نجات پانے، برائی کو دبانے اور ختم کرنے اور بھلائی کو زندہ کرنے اور قوت بخشنے کے لیے اقتدار خیر کی قوتوں کے ہاتھ میں دینے کی سخت ضرورت ہے۔ بلاشبہ حکومت خود مطلوب و مقصود نہیں، مقصد تو اللہ کے دین کا نظام قائم کرنا ہے اور اس کا حقیقی مقصود اللہ کی رضا اور آخرت کی فلاح ہے۔ لیکن پچاس سال کے تجربے نے ثابت کر دیا ہے کہ بغیر اقتدار حاصل کیے بدی کا یہ نظام ختم نہیں کیا جا سکتا۔ بعض لوگ یہ غلط فہمی پیدا کرتے ہیں کہ حکومت حاصل کرنے کی کوشش کرنا اچھی بات نہیں، حکومت مطلوب ہوتی تو جب قریش کی طرف سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کی گئی تھی، آپ اسے قبول فرما لیتے۔ مگر لوگ یہ بھول جاتے ہیں کہ حکومت کے بدلے شرط کیا عاید کی گئی تھی۔ کفار کا مطالبہ تھا کہ ہمارے بتوں کی برائی مت کریں۔ کچھ ہماری بات مان لیں کچھ ہم آپ کی مان لیں گے۔ آپ کو اقتدار چاہیے تو اقتدار لے لیں، لیکن ہمارے خداؤں کو برا مت

کہیں۔اس کے جواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ اگر یہ لوگ سورج کو میرے دائیں ہاتھ پر اور چاند کو بائیں ہاتھ پر رکھ دیں تو بھی میں مفاہمت نہیں کروں گا۔۔۔ حکومت غیر مطلوب ہوتی تو سیدنا صدیق اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کبھی اختیار و اقتدار قبول نہ کرتے۔ ظاہر بات ہے ان حضرات نے محض حکمرانی کے شوق میں حکومت قبول نہیں کی تھی' ایک نظام کے قیام کے لیے اسے ضروری سمجھا تھا۔ ہم بھی وہی نظام قائم کرنا چاہتے ہیں' اس لیے ہمارے خیال میں جس طرح اسلامی نظام کا قیام ہم پر فرض ہے اسی طرح ہم اسلامی حکومت کے قیام کے لیے جدوجہد کو بھی فرض سمجھتے ہیں۔ ہم یہ بھی سمجھتے ہیں کہ جس طرح کا اسلامی معاشرہ ہم قائم کرنا چاہتے ہیں وہ محض اقتدار کے آتے ہی نہیں آجائے گا' اقتدار کے بعد بھی اس کام کے لیے ایک لمبے عرصے تک جدوجہد کی ضرورت ہوگی۔

سینے کے اندر محافظ کی ضرورت

حالات نے ہمیں کئی چیلنج پیش کر رکھے ہیں۔ یہ ایک کثیر جہتی جنگ ہے۔ یہ جنگ جیتنے کے لیے ہمیں اپنی پوری قوت سے میدان میں اترنا ہوگا' سارے وسائل سے کام لینا ہوگا اور اللہ کی نصرت اور توفیق مانگنی ہوگی۔ اس وقت پوری دنیا کو ایک گاؤں کہا جا رہا ہے۔ ذرائع ابلاغ کے Explosion نے ہمیں نئی حقیقتوں سے دوچار کر دیا ہے۔ بین الاقوامی میڈیا بجائے خود ہمارے سامنے بہت بڑا چیلنج ہے۔ انٹرنیٹ' عالمی ٹیلی ویژن نیٹ ورک' ڈش انٹینا اور دوسرے ذرائع ابلاغ ایک غالب تہذیب کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ آپ اس غالب تہذیب سے صرف نظر نہیں کر سکتے۔ آپ اپنے ملک کو ذرائع ابلاغ کے اس دور میں جزیرہ نہیں بنا

سکتے۔ آپ جس نظریے کی نمائندگی کر رہے ہیں جب تک اس کو دنیا میں غالب نہیں کریں گے، اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہوسکتے۔ جب تک آپ ساری دنیا اور پورے عالم انسانیت کو متاثر نہیں کریں گے اس وقت تک آپ اپنے ملک کے اندر بھی محفوظ نہیں۔ لہٰذا اسلامی معاشرہ قائم کرنے کے ساتھ ساتھ اس بات کی ضرورت ہے کہ اسلامی تمدن کو خارجی حملوں سے محفوظ کرنے کا انتظام بھی کرلیا جائے۔ یہ کام کسی مصنوعی عمل سے یا پابندیاں عاید کرنے سے نہیں ہوسکتا۔ یہ کام بھی صرف ہم ہی کرسکتے ہیں، کیوں کہ اس سوال کا جواب صرف اسلام کے پاس ہے۔ یہ کام لوگوں کے اندر اندرونی مزاحمت پیدا کرنے اور دعوت کے رجحان کو فروغ دینے سے ہوگا۔ لوگوں کو اپنے عقیدے، تہذیب اور تمدن پر کامل یقین اور غیر متزلزل اعتماد پیدا ہو جائے، اس بات پر یقین آجائے کہ یہی ایک بھرپور اور قابل رشک زندگی ہے۔ انہیں اس پر فخر و انبساط ہو کہ ان کی تہذیب اعلیٰ و ارفع ہے۔ برائی میں جتنی قوت پیدا ہو چکی ہے ضروری ہے خیر میں بھی اتنی قوت پیدا کردی جائے۔ ہمارے ملک میں غالب تہذیب کے برے اثرات کو اچھالا جا رہا ہے، جرائم کو عزت و توقیر دی جا رہی ہے، بے حیائی اور فحاشی کو پھیلایا جا رہا ہے اور اسے کاروبار کا درجہ دیا جا رہا ہے۔ لوگوں میں منشیات کا استعمال بڑی تیزی کے ساتھ پھیل رہا ہے اور یہ بھی ایک بڑی تجارت بن گئی ہے۔ ان سب لعنتوں سے بچانے کے لیے پاکستان کے عوام کے دلوں اور ذہنوں کے اندر محافظ کھڑے کرنے کی ضرورت ہے۔ انہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا حقیقی مقصد بتانا ہے ۔ یہ بتانا ہے کہ شریعت محمدی میں دین اور دنیا الگ الگ نہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کا دروازہ بھی دین کی چابی سے کھولا ہے۔ مسلمان زندگی گزارنے کا پورا سلیقہ ہی دین سے سیکھتا ہے۔ دین ہی اسے بتاتا ہے کہ معاشرتی اور تمدنی

زندگی کا فروغ اور تحفظ کیسے ممکن ہے ---- دین ہی کو معلوم ہے کہ سیاسی معاملات طے کرنے کے اصول اور طریقے کیا ہیں ----؟ معاشی نظام کیا اور کیسا ہو ---؟ اس وقت پوری دنیا میں عدل و انصاف اور مساوات کا عدم وجود اس لیے ہے کہ دنیا اسلام سے نا آشنا ہے۔ اس نے دین اور دنیا کو جدا کر دیا ہے۔ دنیا اور دین کی یہ دوئی سلاطین کے دور کی پیداوار ہے۔ مغرب نے اسی کو اختیار کرلیا اور چرچ اور حکومت کو الگ الگ کر دیا ---- باطل تہذیب اسی اصول کو گلے لگائے ہوئے ہے۔ اسی کا نتیجہ یہ ہے کہ آزادی جمہور کے دعوے کے برعکس انسان انسان کا غلام ہے۔ غیر اللہ کا طوق غلامی گلے میں ڈالے ہوئے ہے۔ ہم دور جاہلیت کی باقیات کو ختم کر دینا چاہتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے ناگزیر ہے کہ انسان کا رشتہ بتان وہم و گماں سے کٹ کر صرف ایک اللہ سے جڑ جائے... دنیا کی محبتیں دل سے نکل جائیں اور اللہ کی محبت دل میں جم جائے۔ ہمیں اہل پاکستان کو اپنی تہذیب و تمدن سے محبت کا درس دینا ہوگا۔ یہ کام دلوں میں اللہ کی محبت کا گہرا نقش جمائے بغیر ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ---- **وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ** بقرہ ۱۶۵ --- "تم میں سے جو لوگ ایمان لائے ہیں' وہ اللہ سے شدید ترین محبت کرتے ہیں۔" ہم سمجھتے ہیں عالمی جاہلیت کا موثر مقابلہ کرنے کے لیے اللہ سے شدید ترین محبت کی ضرورت ہے۔

زمانہ جاہلیت میں عرب اپنے آباؤ اجداد کے گن گاتے تھے' ان پر فخر کرتے تھے۔ منیٰ میں ان کا میلہ لگتا تھا' جہاں ان کے شعراء آتے اور بڑے فخر سے اپنے اپنے قبیلے کے کارناموں اور تاریخ کا ذکر کرتے تھے۔ اس دور کے تمدن کو شکست دینے کے لیے اسلام نے نسلی تفاخر کے متبادل اللہ کی کبریائی بیان کرنے کا کلچر پیدا کیا۔۔ **فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا** البقرہ ۱۶۵

تم جس طرح اپنے باپ دادا کا ذکر کیا کرتے تھے اس سے زیادہ ذکر اللہ تعالیٰ کا کیا کرو"۔۔۔ اور اسی سیاق و سباق میں فرمایا ۔۔۔" اے ایمان والو! اللہ سے سب سے بڑھ کر محبت کرو۔" حقیقت یہ ہے جب تک اللہ تعالیٰ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ساری دوسری محبتوں پر غالب نہ آجائے اور اللہ کے راستے میں جہاد کی محبت جب تک دوسری لذات دنیا پر غالب نہ آجائے' اس وقت تک وہ معاشرہ تعمیر نہیں ہو سکتا جو اسلام تعمیر کرنا چاہتا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ کے ان ایام میں جب مسلمان سخت ظلم و تشدد کا شکار تھے' ایک اسلامی معاشرے کا جو تصور پیش کیا وہ خوبصورت اسلامی تمدن کا حسین ترین خاکہ ہے۔ حضرت خبابؓ حضورؐ کے پاس تشریف لائے تو آپؐ کعبے کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے تھے۔ حضرت خبابؓ نے شکایت بھرے لہجے میں کہا ۔۔۔۔ "ہم پر ظلم کی انتہا کی جا رہی ہے' آپ ہمارے لیے دعا نہیں کرتے!!"

حضورؐ نے ارشاد فرمایا ۔۔۔۔ تم سے پہلے جو قومیں گزری ہیں ان پر اس سے زیادہ تشدد کیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ گڑھے کھود کر اس میں آگ کے الاؤ روشن کر کے انہیں اس میں جلایا گیا اور آروں سے انہیں چیرا گیا' لیکن یہ تمام مظالم انہیں اللہ کے راستے سے نہیں ہٹا سکے۔ حضورؐ دراصل انہیں ذہنی طور پر اللہ کے راستے میں بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لیے تیار فرمانا چاہتے تھے۔ ساتھ ہی حضورؐ نے انہیں خوش خبری بھی سنائی۔ آپ کا طریقہ بھی یہی تھا کہ اپنے ماننے والوں کو ایک طرف قربانی کے لیے تیار کرتے تو دوسری طرف انہیں امید اور ولولے سے بھی آشنا فرماتے تھے۔ کامیابی کا راستہ امید و بیم سے کے بیچ سے گزرتا ہے۔ حضورؐ نے حضرت خبابؓ کو قربانیوں پر آمادہ کرنے کے بعد منزل سے ہمکناری کی خوش خبری بھی دی۔ انہوں نے فرمایا' میں وہ دن دیکھ رہا ہوں جب صنعا سے لے کر

حضر موت تک ایک عورت سونا اچھالتی ہوئی جائے گی اور درندے کے علاوہ اسے کسی کا خوف نہیں ہو گا۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کتنا خوب صورت وژن ہے۔ صنعا سے حضر موت تک ہزاروں میل کا راستہ ہے' جو سنسان جنگلوں اور صحراؤں میں سے گزرتا ہے۔ پھر یہ دیکھیے کہ تنہا عورت ہے جس کے پاس سونا بھی ہے' اسے جان' آبرو اور مال تینوں کے خطرات لاحق ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔۔۔۔۔ اسے کسی کا خوف نہیں ہو گا۔ یعنی ایک انسان دوسرے انسان کے لیے باعث خطر و شر نہیں رہے گا۔ یہی اسلامی معاشرے کا تصور ہے۔ جماعت اسلامی یہی معاشرہ دنیا میں قائم کرنا چاہتی ہے۔

ہمارا تصور آزادی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ماننے والوں کو حکم دیا' ایک دوسرے کے خلاف سازشیں نہ کرو' بغض مت کرو' حسد نہ کرو اور آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔ یہ جو اللہ کی بندگی اختیار کرنے کا حکم دیا یہ بھی اپنے اندر بے پناہ معنویت رکھتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک اللہ کے آگے سر جھکاؤ تو تمہیں کسی دوسرے کے در پر جبہ سائی کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ انہوں نے محبت کی بنیاد پر اسلامی تمدن کی تشکیل فرمائی۔ اللہ سے محبت۔۔۔۔ والدین سے محبت۔۔۔ اولاد سے محبت۔۔۔۔ استاد سے محبت۔۔۔ اسی طرح آپؐ عام مسلمانوں کو آپس میں اخوت و محبت کے ساتھ رہنے کا حکم دیتے ہیں۔

اسلام میں آزادی کا تصور ہمہ گیر ہے جو عقیدہ توحید سے جڑا ہوا ہے۔ یہ محض ایک ملک یا ایک قوم کے دوسرے ملک یا دوسری قوم پر غلبے کے خلاف ہی نہیں' بلکہ ایک فرد کے دوسرے فرد پر اور ایک گروہ کے دوسرے گروہ پر تسلط کے

بھی سخت خلاف ہے۔ حضورؐ اس سلسلے میں کیا تصور رکھتے تھے' اس کا اندازہ کسریٰ کے دربار میں ایک مکالمے سے ہوتا ہے۔ کسریٰ کے دربار میں ایک صحابی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک لے کر پہنچے تو کسریٰ نے پوچھا۔۔۔۔۔ تم کیا مقصد لے کر نکلے ہو؟ صحابی نے بڑا برمحل اور خوبصورت جملہ کہا۔۔۔۔ "ہم بندوں کو بندوں کی بندگی سے نکال کر بندوں کے رب کی بندگی میں دینا چاہتے ہیں۔" یہی معاشرہ جماعت اسلامی کے پیش نظر ہے۔ ہم پاکستان میں غیر اللہ کے خوف سے آزاد معاشرہ چاہتے ہیں اللہ کے بندوں کا غیر اللہ کے خوف سے آزاد ہو جانا ہی حقیقی توحید ہے۔ علامہ اقبال نے اس کو اپنے شعر میں بڑے خوبصورت پیرائے میں بیان کیا ہے۔

ہر کہ رمز لا الہ فہمیدہ است
شرک را در خوف مضمر دیدہ است

پاکستان کے سارے مسائل کا حل اس بات میں ہے کہ یہاں بندے کو بندے کی غلامی سے نجات دلا دی جائے۔ ہم لا الہ الا اللہ کی بنیاد پر ایک ایسا معاشرہ استوار کرنا چاہتے ہیں جو خوف غیر اللہ سے یکسر پاک ہو۔ اس طرح کے معاشرے کے قیام کے لیے جو مراعات اور سہولتیں درکار ہیں وہ کسی حکومت کی قوت سے ہی ممکن ہیں۔ مگر ایک ایسی حکومت یہ کام کر سکتی ہے جس کے حاکم اور افسر بندے کا بندگی کا تصور نہ رکھتے ہوں۔ پاکستان کو ایسے اہل دل اور فقیروں کی حکومت کی ضرورت ہے جو نفس کے بندے نہ ہوں جو دلوں میں یہ خواہش نہ بسائے بیٹھے ہوں کہ اللہ کے بندے ہمارے بندے بن جائیں' ہماری بندگی کریں' ہمارے تابع ہوں' ہم سے خوف زدہ ہوں' ہمارا ان پر رعب ہو' بلکہ ان کی کوشش یہ ہو کہ ملک کے تمام باشندے غیر اللہ کی غلامی سے نجات حاصل کر کے بھائی بھائی بن جائیں۔

اسلامی اخوت کا چلن عام ہو گا تو اس کی خوشبو سے معاشرے کے ہر فرد کے قلب و ذہن معطر ہوں گے۔ علامہ اقبال مرحوم نے بڑے خوبصورت انداز میں اسلامی تمدن کا یہ پہلو نمایاں کیا ہے۔

کس نہ باشد در جہاں محتاجِ کس
نکتہ شرعِ مبیں این است و بس

دنیا میں ایک آدمی دوسرے آدمی کا غلام نہ ہو' یہی شرع مبین کا اصل مقصد اور اصل نکتہ ہے۔

غیر اللہ کے خوف سے انسان کی آزادی کی جتنی ضرورت آج ہے پہلے کبھی نہ تھی۔ یہ دنیا کے دوسرے سارے تقاضوں سے بڑھ کر ہے۔ اگرچہ روٹی بنیادی ضرورت ہے لیکن روٹی کا مسئلہ اسی وقت پیدا ہوتا ہے جب انسانوں میں انسانیت کا رشتہ ختم اور آقا و غلام کا تعلق قائم ہو جاتا ہے یا روٹی کے علاوہ انسان معیار کے نام پر دوسری ضرورتوں کا غلام بن جاتا ہے۔ معیار زندگی بھی ایک بت ہے۔ بھوک مٹانے کے لیے ہم جو کھاتے ہیں وہ تو بنیادی ضرورت ہے' لیکن معیار زندگی ہماری ضرورت نہیں۔ ہم سمجھتے ہیں معیار کی دوڑ نے ہی انسان کو کرپشن اور لوٹ مار کی راہ سجھائی اور سود کے ذریعے انسانوں کا لہو چوسنے کی ترغیب دی۔ پاکستانی معاشرے میں ہر شخص کی بنیادی ضروریات پوری کرنے کے بعد حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ پر تصنع زندگی کی نمائش اور جھوٹے معیار کے حصول کی کوششوں پر پابندی عاید کردے۔ اس وقت ہمارے معاشرے میں جو بے یقینی ہے' جو پریشانی ہے' اس کا واحد علاج خوف غیر اللہ سے آزادی ہے۔ انسان کا جسم اور ذہن ہر کسی کے خوف و خطر سے آزاد ہو... وہ اپنی مرضی کا مالک ہو... وہ ایک اللہ کا بندہ ہو... اور وہ اسی ضابطے اور قاعدے کے مطابق زندگی گزارے جو اللہ نے مقرر کیا ہے... وہ اپنے

فرائض پورے کرے اور لوگوں کے حقوق کا خیال رکھے... اس کے باوجود اسے یہ خوف نہ ہو کہ اس کی گرفت ہو گی' کوئی اس کو اپنی بندگی پر مجبور کرے گا اور اس کے ضمیر کے خلاف کام اس سے لے گا۔ ایسا ہو جائے تو دنیا انسان کے لیے جنت کی مثال ہو سکتی ہے۔

جماعت اسلامی جس معاشرے کا قیام چاہتی ہے وہ اس وقت تک وجود میں نہیں آسکتا' نہ قائم رہ سکتا ہے جب تک اس میں عدل نہ ہو۔ عدل وہ جو اللہ اور اس کے رسولؐ نے کیا' عدل وہ جو قرآن کی تعلیمات اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کے مطابق ہو۔ صرف اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا دین ہی عدل اور انصاف کی بہترین ضمانت دیتا ہے' اس لیے کہ یہ دین فطرت ہے جس میں عورتوں کے حقوق کا بھی لحاظ ہے اور مردوں کے حقوق کا بھی پاس ہے۔ یہ کمزوروں کو کمزور نہیں کرتا' طاقت دیتا ہے۔ یہ خالق کا دیا ہوا قانون ہے جو مخلوق کی ساری مصلحتوں کو سامنے رکھ کر عطا کیا گیا ہے۔ جس طرح ہمارا اللہ اور اس کے نبیؐ پر ایمان کامل ہے' اسی طرح ہم اسلام کی تمام صداقتوں کی تصدیق کرتے ہیں۔ ہمارے مرد و خواتین اس بات پر مطمئن ہیں اور یقین کامل رکھتے ہیں کہ اللہ اور اس کے نبیؐ نے جو کچھ کہا سچ کہا اور اللہ نے جو قانون اور اصول ہماری زندگی کے لیے دیے' وہی درست اور حق ہیں' بلکہ حق صرف ان ہی میں ہے۔ ان ہی میں ہماری نجات و فلاح مضمر ہے اور ان ہی میں تمام انسانوں کی خیر ہے۔ اسلام کا نظام عدل مردوں کے خلاف ہے نہ عورتوں کے خلاف۔۔۔۔ نہ ہی اس میں کسی صنف کے لیے خصوصی رعایت یا جھکاؤ ہے۔ یہ دین فطرت ہے جو ہر ایک کے لیے غیر امتیازی دائرہ کار کا تعین کرتا ہے۔ خریدنے والا ہو یا بیچنے والا' آجر ہو یا اجیر' سب کا دائرہ عمل مقرر کر دیا گیا ہے۔ ہر ایک کے لیے انصاف کی ضمانت موجود ہے۔ حلال کو

حرام سے ممیّز کر دیا گیا ہے‘ بیع و شراء کی حدود و قیود قائم کر دی گئی ہیں‘ امیر و غریب اور بادشاہ و فقیر سب کے لیے ایک ہی قانون ہے۔ لہٰذا ہم اس بات پر پختہ یقین رکھتے ہیں کہ صرف اسلام کے اصول و قوانین کے مطابق ہی ہم عادلانہ زندگی بسر کر سکتے ہیں۔

عدالتی نظام کی اصلاح

اب رہی یہ بات کہ اس کا فیصلہ کون کرے گا کہ یہ عدل ہے یا ناانصافی؟ کون سی چیز اسلام کے مطابق ہے اور کون سی نہیں.....؟ تو ظاہر ہے عدلیہ کو قرآن و سنت کے معیار کے مطابق اس کا فیصلہ کرنا ہو گا۔ عدلیہ وہ کسوٹی ہے جس پر یہ پرکھا جائے گا کہ فلاں کام قرآن و سنت کی روشنی میں درست ہوا ہے یا نہیں۔ لہٰذا پہلے تو یہ ضروری ہے کہ عدالت اور جج قرآن و سنت کے معیار پر پورے اترتے ہوں اور قانون بھی اسلامی ہو۔۔۔۔ مسلمان منصف اور اسلامی قوانین کے بہم ہونے سے ہی کوئی عدالت اسلامی کہلا سکتی ہے۔ اسلامی عدالت لگے گی تو کوئی صدر‘ وزیر اعظم‘ گورنر یا کمانڈر انچیف اس میں حاضری سے مستثنیٰ نہ ہو گا‘ کوئی شخص انصاف کے انتظار میں بوڑھا نہیں ہو گا۔ ہم سمجھتے ہیں جس دن اسلام کا نظام عدل قائم ہو گیا‘ رحمت کی گھٹائیں بنجر اور خشک زمین کو جل تھل کر دیں گی۔

اسلام کا نظام عدل خیر میں تعاون کے اصول پر قائم ہے‘ یعنی تعاون و حمایت صرف تقوے کی بنیاد پر ہو گا‘ گناہ کی حمایت نہیں کی جائے گی۔۔۔۔ کہا گیا ہے کہ

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰىﺻ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِﺻ

(نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو اور گناہ و ظلم میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔)

یہ اسلام ہی ہے جو ایسے عدل کی مثال پیش کرتا ہے کہ خلاف عدل باپ بیٹے کا اور بیٹا باپ کا ساتھ دینے کا نہ صرف پابند نہیں رہتا' بلکہ اسلام کہتا ہے ایسے میں اپنے قریبی عزیز کے خلاف حق کا ساتھ دو۔ ہمیں کہا گیا ہے کہ عدل کرو' خواہ اس کی زد میں آپ کی اپنی جان آتی ہے یا ماں باپ آتے ہیں۔ اسلامی نظام عدل کی ایک مابہ الامتیاز خصوصیت اس کا بے مثال نظام شہادت ہے۔ گواہ کی ذمے داری جج کی طرح اہم ہے۔ اسلام میں گواہ بھی انصاف کے نظام کا باقاعدہ حصہ ہے۔ اسلام میں گواہی کے سلسلے میں ذاتی پسند وناپسند کا کوئی تصور نہیں۔ گواہی بہرحال دینی پڑے گی اور گواہی ہر حال میں سچی ہو گی۔ گواہ سے کہا گیا ہے کہ اللہ کے لیے گواہی دو وہ گواہی نہ تو چھپائے اور نہ حق کے خلاف گواہ بنے' نہ اپنے پرائے کا لحاظ کرے۔

يَاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا كُونُوا قَوّٰمِينَ بِالقِسطِ شُهَدَاءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰى اَنْفُسِكُمْ اَوِالْوَالِدَيْنِ وَالاَ قْرَبِيْنَ۔(النساء۔۱۳۵)

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو انصاف کے علم بردار اور خدا واسطے کے گواہ بنو' اگرچہ تمہارے انصاف اور تمہاری گواہی کی زد خود تمہاری اپنی ذات پر یا تمہارے والدین اور رشتے داروں پر ہی کیوں نہ پڑتی ہو۔)

دوسرے مقام پر کہا گیا۔

يَاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا كُونُوا قَوّٰمِينَ لِلّٰهِ شُهَدَاءَ بِالقِسطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰى اَ لَّا تَعْدِلُوْا ط اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى(مائدہ۔۸)

(اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ کی خاطر راستی پر قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بنو۔ کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کر دے کہ انصاف سے پھر جاؤ۔ عدل کرو' یہ خدا ترسی سے زیادہ قریب ہے۔)

حضورؐ نے اس کی تشریح میں یہ فرمایا کہ میرے رب نے مجھے نو باتوں کا حکم دیا ہے۔ پہلی بات ظاہر و پوشیدہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی خشیت' دوسری بات کلمتہ العدل یعنی عدل کرنا' چاہے میں کسی سے محبت کروں چاہے کسی سے محبت نہ کروں ... میں غصے کی حالت میں بھی اور خوشی کی حالت میں بھی عدل کی بات کروں۔ ذرا تصور کیجئے اس نظام عدل کا جس میں کہا جائے کہ غصے کی شدت میں بھی انصاف کے تقاضے پورے کیے جائیں۔ کسی سے انتقام لینا کسی منصف کے لیے جائز نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر اس سے ڈرتے رہنا ہر فیصلے کی بنیاد ہو تو موجودہ غیر منصفانہ نظام کیسے باقی رہ سکتا ہے۔؟ ہم جانتے ہیں کہ عدل اسی وقت قائم ہو گا جب اقتدار کا مقصد قرآن حکیم کے حکم کا نفاذ ہو اور اقتدار کی حفاظت کے لیے قرآن ہو۔ ایسی حکومت ہی لوگوں کو مطمئن کر سکتی ہے جو یقین دلا سکے کہ ان کے ساتھ اللہ کے قانون کی روشنی میں عدل ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس نے ساری کائنات کو عدل کے ساتھ کھڑا کیا ہے۔ اس کا تشریعی نظام بھی عدل کے ساتھ ہی قائم رہ سکتا ہے۔ اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ دنیا میں صرف اسلام کا نظام ہی عدل و انصاف کی میزان سے ہم آہنگ ہے۔ صرف وہی قانون انصاف کی ضمانت بن سکتا ہے جو کائنات کے اصول و ضوابط سے ہم آہنگ ہو۔ ہم چاہتے ہیں کہ اسلامی معاشرے کے قیام میں سب لوگ ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں' یہ محبت کا معاشرہ ہو۔ وہ معاشرہ جس کے بارے میں حضور نبی کریم ﷺ نے فیصلہ صادر فرمایا ہے۔۔۔۔مَن لَم یُوقّر کبیرَنا وَلَم یرحَم صَغیرَنا فلَیسَ مِنا۔۔۔۔ معاشرے میں یہ قتل و غارت' بدامنی اور فساد اسی لیے تو ہے ہمارا نظام بڑوں کے احترام اور چھوٹوں پر شفقت کے بجائے مغربی اصول و قوانین کے مطابق چلایا جا رہا ہے۔

جماعت اسلامی وہ معاشرہ برپا کرنا چاہتی ہے جس میں ہر شہری کو اطمینان ہو کہ

اسے مکمل آزادی ہے۔ یہاں تک کہ غیر مسلم بھی اسلامی قوانین پر مطمئن اور مسرور ہوں۔ انہیں بھی دل کی گہرائیوں سے یقین ہو جائے کہ مسلمانوں کے ہاں اللہ کا قانون نافذ ہے جس میں کسی کے ساتھ ظلم و زیادتی نہیں ہو گی اور وہ غیر مسلم ہونے کے باوجود ظلم و زیادتی سے محفوظ و مامون رہیں گے۔ جب تک کوئی مسلم یا غیر مسلم شہری اسلامی معاشرے کا غدار نہ ہو اور پر امن طریقے سے رہنا چاہتا ہو' اس کی جان و مال اور عزت و آبرو محفوظ رہے گی۔ اگر کوئی غیر مسلم اسلامی معاشرے میں اپنے فرائض ادا کرتا ہے تو اس کے تمام حقوق محفوظ ہیں۔

علم ۔۔۔ اسلامی معاشرے کی اہم بنیاد

جماعت اسلامی کے خیال میں علم مسلمان ہونے کے لیے بنیادی ضرورت ہے۔ صحیح اسلامی معاشرہ علم کے بغیر وجود میں نہیں آسکتا۔ قرآن کریم کا آغاز ہی اقراء سے ہوا ہے۔ اقراء..... یعنی پڑھنے کا حکم دینے کے بعد اللہ نے اپنے احسان عظیم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ۔۔۔ اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ۔ یعنی وہ قلم کے ذریعے تعلیم دیتا ہے۔ اس لیے ہم سمجھتے ہیں ایک کامیاب اسلامی معاشرے کے لیے ملک میں سو فیصد خواندگی ضروری ہے۔ علم حاصل کرنا ہر فرد کا بنیادی حق ہے۔ ہم تحصیل علم کے سلسلے میں مرد و زن کے درمیان امتیاز کو درست نہیں سمجھتے۔ تاہم خواتین کو ہم وہ علم دینا چاہتے ہیں جو اسلامی معاشرے میں ان کو مفید شہری بنانے کے ساتھ ساتھ ان کے دائرہ عمل کے لیے بھی مفید ہو۔ وہ ملک کی ساتھ ساتھ اپنی ذات' خاندان اور بچوں کے لیے بھی مفید ثابت ہو سکیں۔ ہم خواتین اور مردوں کے لیے الگ الگ تعلیمی اداروں کے قیام کو بھی ضروری سمجھتے ہیں' تاکہ مخلوط تعلیم کی وجہ سے جو کروڑوں خواتین تعلیم حاصل کرنے سے محروم رہ جاتی ہیں' تعلیم حاصل کر سکیں۔

نظام معیشت کی اصلاح

تعلیم کی طرح ہم معاشی نظام میں بھی امیر و غریب کے مابین ناانصافی ختم کرنا چاہتے ہیں۔ قومی خزانے پر پہلا حق غریب اور مستحق کا ہے۔ ہمارے ملک کے اندر ظلم یہ ہے کہ قومی خزانے کو مراعات یافتہ طبقے کے مفادات کے لیے مختص کر دیا گیا ہے۔ اس ملک کے نظام کی خرابی کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جا سکتا ہے کہ صدر اور وزیر اعظم کے دو گھروں کا بجٹ ۱۷۰ کروڑ ہے جبکہ ستر لاکھ آبادی کے شہر لاہور کا بجٹ ۱۶۰ کروڑ۔ اس سے واضح ہوتا ہے کس طرح حکمران طبقہ اور اعلیٰ افسران ملک کا خزانہ لوٹ کر کھا جاتے ہیں۔ اس کی وجہ سے غریبوں کے لیے کچھ نہیں بچتا۔ مراعات یافتہ لوگ ملکی دولت لوٹ کر امریکہ اور سوئٹزرلینڈ کے بنکوں میں جمع کر رہے ہیں۔ ان کے غیر ملکی سرپرست بیرون ملک لوٹ مار کی بدولت کمزور اقوام کو معاشی جکڑبندی کی گرفت میں رکھتے ہیں۔ آج تک قومی خزانہ لوٹنے والے کسی شخص سے لوٹ کا مال برآمد نہیں ہو سکا۔ استعمار کا مقصد یہ ہے کہ اس ملک کو لوٹا جائے اور اس میں ان کی تہذیب کو پروان چڑھایا جائے' اس مقصد کو ہمارے حکمران پورا کر رہے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں عدل کا تقاضا یہ ہے کہ مراعات یافتہ طبقے سے ناجائز لوٹی ہوئی دولت واپس لے کر ان غریبوں میں تقسیم کی جائے جو اس کے مستحق ہیں۔ یہاں حالت یہ ہے کہ ایک فرد کے پاس اتنے پیسے نہیں ہوتے کہ وہ اپنے مرتے ہوئے بچے کا علاج کرا لے۔ اسے اتنا حق بھی نہیں کہ اس مقصد کے لیے ملکی خزانے سے پانچ سو روپے حاصل کر سکے' لیکن جس کے پاس پہلے ہی کروڑوں روپے ہیں وہ اپنے علاج کے لیے امریکہ اور برطانیہ جانے کے لیے سرکاری خزانے سے مزید لاکھوں روپے حاصل کر سکتا ہے اور اس کا غیر ممالک میں علاج بھی آسانی سے ہو جاتا ہے۔ جو مستحق ہے اس کی کہیں شنوائی نہیں' وہ پاکستانی

ہسپتالوں میں بھی دھکے کھاتا ہے' وہ رقم بھی خرچ کرے گا لیکن اس کا مناسب علاج نہیں ہو گا۔ ہمارے معاشرے میں یہ ظلم قدم قدم پر موجود ہے' ہم ظلم کا یہ نظام ختم کرنا چاہتے ہیں۔

انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ جو محروم ہیں پہلے ان کے حقوق ادا کیے جائیں' جو فاقے سے ہیں پہلے انہیں کھانا ملے' جو بے گھر ہیں پہلے انہیں گھر ملیں' جو کچی آبادیاں ہیں پہلے ان کی ضروریات پوری کی جائیں۔ اس وقت حالت یہ ہے کہ قومی خزانے سے فیشن ایبل طبقے پر تو ان کے استحقاق سے زیادہ خرچ ہو رہا ہے' مگر کمزور اور غریب لوگ ترس رہے ہیں۔ مراعات یافتہ طبقے بلدیات اور دوسرے اداروں کے سارے فنڈز کھینچ لیتے ہیں' مگر غریبوں کی بستیاں اندھیروں میں ڈوبی رہتی ہیں۔ انہیں پینے کا صاف پانی تک نہیں ملتا۔ ٹھیک ہے امیروں کے لیے بھی سٹریٹ لائٹ ضروری ہے' پختہ سڑکیں اور سینی ٹیشن بھی ضروری ہے' مگر دیہات میں کم از کم لوگوں کو پینے کا صاف پانی تو ملے' وہاں کچی سڑکیں تو ہوں' بجلی' پانی اور ٹیلی فون ہو۔ میں حال ہی میں قبائلی علاقوں کا دورہ کرکے آیا ہوں' وہاں ایسے مقامات بھی ہیں جہاں خواتین میلوں دور سے پانی بھر کر پہاڑوں پر چڑھتی اور گھنٹوں پیدل چل کر گھر آتی ہیں۔ ہمارے قبائلی علاقوں میں یہ صورت حال بھی ہے کہ لوگ بارش کا پانی جمع کرکے پیتے ہیں' یہی پانی ان کے مویشی بھی پیتے ہیں۔ ہمارے دیہات میں غریب کسان بھینس چوری کے ڈر سے اپنی چارپائی کے ساتھ باندھ کر سوتا ہے' کیونکہ گاؤں کے وڈیرے اور غنڈے اس کے پاس بھینس بھی نہیں دیکھ سکتے۔ ہمارا غریب مزدور چوری کے ڈر سے بیوی کا زیور اپنی چارپائی کے پایوں تلے رکھ کر سوتا ہے۔ غریبوں کی بہو بیٹیوں کے لیے عزت و عفت کا تحفظ بھی اہم مسئلہ ہے۔ یہ وہ معاشرہ ہے جہاں بھوک اور مہنگائی کے عذاب کے ساتھ ساتھ کسی کی

عزت و آبرو اور جان و مال بھی محفوظ نہیں۔ ہمارا نوے فیصد غریب طبقہ محتاجی اور خوف کی زندگی گزارتا ہے۔ وہ اپنی مرضی کے مطابق رائے اور ووٹ بھی نہیں دے سکتا۔ ہم نے کمزور لوگوں پر زبردست طبقے کے خوف کا خود مشاہدہ کیا ہے۔ ہم ان کے پاس ممبر سازی کے لیے جاتے ہیں تو بہت سے لوگ گاؤں کے وڈیرے کے خوف سے ہمارے فارم پر دستخط نہیں کرتے۔ لاہور کے مضافات میں ایک جگہ بستی کے غریبوں نے صاف کہہ دیا کہ ہمیں جماعت اسلامی میں شامل ہونا تو پسند ہے' لیکن ہم مجبور ہیں' اگر چودھری آپ کے ساتھ شامل ہو گا تو ہم بھی شامل ہوں گے' ورنہ ہم آپ کا ساتھ نہیں دے سکتے۔ ایسے لوگ ہر علاقے میں موجود ہیں جو جماعت اسلامی سے محبت کرتے ہیں لیکن علاقے کے خان' چودھری' وڈیرے اور سردار کے خوف کی وجہ سے اپنی مرضی کے مطابق فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں رکھتے۔ یہ خوف ہے جو امن و انصاف کی راہ میں حائل ہے۔ یہ خوف کا معاشرہ ہے' ہم اس خوف سے معاشرے کو آزاد کرنا چاہتے ہیں۔

حکومت کا مطلب ہے خدمت

آج لوگوں کے لیے اقتدار پر کشش چیز ہے۔ اس لیے کہ یہ مال و دولت لوٹنے اور لوگوں کو غلام بنانے کا ہتھیار ہے۔ کرسی چاہے ایک پٹواری کی ہی کیوں نہ ہو' لوگ بڑی سے بڑی قیمت ادا کر کے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارے پیش نظر یہ ہے کہ ایسی طرح کا نظام لائیں جس میں خود غرض اور مادہ پرستوں کے لیے اقتدار اور کرسی میں کوئی کشش نہ رہے۔ وہاں کسی کو حق سے زیادہ کچھ بھی نہیں ملے گا۔ عدل و انصاف ہو گا۔ کوئی یہ نہ سمجھے گا کہ وہ اسمبلی کا ممبر ہے اس لیے اسے خصوصی حیثیت ملے گی یا وہ مال بنائے گا۔ ہر فرد صرف بے لوث خدمت کے جذبے سے

آگے آکر کام کر سکے گا۔ آج صدر، وزیراعظم، وزراء، کمشنر اور ڈپٹی کمشنروں نے اپنے لیے الگ الگ محلات قائم کر رکھے ہیں، جرنیلوں نے اپنے لیے الگ اور اعلیٰ معیار زندگی بنا رکھا ہے۔ اس معیار کو بدلنا ہو گا۔ ہم حکام اور افسروں کو عوام کے خادم بنائیں گے۔ وہ محلات کو مسکن نہ بنا سکیں گے۔ ہمارے ملک میں ایک لاکھ سے زیادہ باوردی فوجی جوان افسروں کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔ وہ ان کے باغوں میں کام کرتے، جوتے پالش کرتے اور کپڑے استری کرتے رہتے ہیں۔ یہ بہت افسوس ناک بات ہے کہ جن لوگوں کو جہاد کے لیے بھرتی کیا جاتا ہے وہ فوجی افسروں کے بچوں کی خدمت کے لیے مخصوص ہو جائیں۔ یہ غلامی کے دور کی روایات ہیں۔ سول اور فوجی بیوروکریسی سے ان روایات کو ختم کیے بغیر وہ حقیقی تبدیلی نہیں آسکتی جو جماعت اسلامی لانا چاہتی ہے۔

انگریزی دور میں جو فاصلہ افسر اور عام شہری کے بیچ میں رکھا گیا تھا وہ آج بھی قائم ہے۔ اعلیٰ افسر آج بھی درخواست لے کر آنے والوں کو اپنا غلام سمجھتے ہیں۔ یہ دلچسپ مگر تلخ حقیقت ہے کہ ڈپٹی کمشنر کی مہر پر آج بھی انگریزی میں تو صرف ڈپٹی کمشنر ثبت ہوتا ہے، مگر اردو میں "ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر" لکھا ہوتا ہے۔ یہ "صاحب بہادری" بھی انگریزی دور کی یادگار ہے۔ دور غلامی کی اس منحوس روایت کو ختم کیے بغیر اخوت اور محبت کی بنیاد پر وہ معاشرہ کس طرح قائم ہو سکتا ہے جسے ہم لانا چاہتے ہیں۔ ہمارا افسر تفوق کی اس بلندی پر نہیں ہوگا۔ اسلامی نظام میں حکومت، علاقے، رنگ و نسل اور دولت و ثروت کی بنیاد پر قائم تمیز کو ختم کیا جائے گا۔ غریب کو عزت و توقیر ملے گی اور اس سے محبت کی جائے گی۔ مسکین اور کمزور کی عزت و توقیر ہو گی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خلیفہ بننے کے بعد جو پہلی تقریر کی وہ بڑی پر معنی ہے۔ انہوں نے کہا۔۔۔۔ تم میں جو کمزور ہے وہ میری نظر میں سب

سے زیادہ قوی ہے جب تک کہ میں اس کو اس کا حق نہ دلا دوں اور تم میں جو قوی ہے وہ میری نظروں میں سب سے کمزور ہے جب تک میں اس سے کمزور کا حق نہ لے دوں۔۔۔۔۔ یہ جملہ ظاہر کرتا ہے کہ اسلامی معاشرے میں کمزور کا حق دلانا حاکم کا پہلا فرض ہے۔ حکمران کو حق دار کی حق رسی کا اتنا احساس ہو کہ مظلوم اس کے پاس آئے تو اس پر مظلوم کا رعب طاری ہو جائے کہ میں نے اسے حق دلانا ہے...... مگر کوئی طاقت ور شخص اسے مرعوب نہ کر سکے' ورنہ وہ اس کا دامن اور گریبان تھام کر کمزور کا حق کیسے دلا پائے گا۔ خلیفہ اولؓ کا یہ بہت ہی خوبصورت جملہ ہے جس کے حقیقی معنی میں لوگ نہیں جھانکتے۔ یہ تو کسی حکمران کی غیرت کو چیلنج کرنا ہے اگر کوئی مجرم کھلا پھر رہا ہو اور مظلوم کو انصاف نہ کسی تھانے کچہری سے ملے نہ حاکم کے ہاں شنوائی ہو۔ ہم سمجھتے ہیں یہ ترتیب جو اسلام قائم کرنا چاہتا ہے آج کے پاکستانی معاشرے میں الٹ چکی ہے۔ آج کمزور کا حق دلانے کی حکمران میں کوئی طاقت نہیں' بلکہ اس کا قانون بھی طاقت کے سامنے جھکا ہوا ہے۔ جب تک ہمارے حکمران اس بات کو پلے نہ باندھ لیں کہ ہمارے علاقے میں اگر کوئی انصاف کے ضابطے کو توڑے گا' کسی پر دست درازی کرے گا' نظام عدل میں مداخلت کرے گا تو وہ مجرم قرار پائے گا اور اس کو بہر حال قرار واقعی سزا دی جائے گی' خواہ وہ کتنا ہی بڑا افسر یا سیاستدان یا حکمران ہی کیوں نہ ہو۔ اس کے بغیر اس طرح کا معاشرہ وجود میں نہیں آسکتا جسے ہم قائم کرنا چاہتے ہیں۔

اقتصادی ترقی کیسے ممکن ہے؟

پاکستان کا مضبوط ترین دفاع ہمارے ملک کی جغرافیائی اور نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کے لیے ضروری ہے۔ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ دشمنوں کے مقابلے میں

قوت جمع کی جائے‘ مگر یہ قوت محض اسلحہ جمع کرنے سے حاصل نہیں ہوتی‘ بلکہ ہمارے دور میں اقتصاد بھی ایک قوت ہے۔ ہمارے ملک کی درآمدات کیا ہیں؟ پیداوار کتنی ہے؟ ہمارے مال کی دنیا کی منڈیوں میں کتنی مانگ ہے؟ معاشرے کے ہر فرد کو کیسے ملک کی ترقی کے کاموں میں استعمال کیا جا سکتا ہے؟ صنعتی ترقی کے امکانات کیا ہیں؟ لوٹ مار اور کرپشن کیسے ختم ہو گی؟ ہمارے دفاع کا بہت سا تعلق ان سوالات سے بھی ہے‘ مگر ان سوالوں کے صحیح جواب وہی حکومت دے سکتی ہے جو دیانتدار اور امانت دار لوگوں کے پاس ہو۔ ہم سمجھتے ہیں جب ہم ایک دوسرے سے تعاون کریں گے‘ محبت کا معاشرہ وجود میں آئے گا تو زراعت‘ سائنس اور ٹیکنالوجی میں بھی ترقی ہو گی۔ زراعت اور صنعت کو فروغ اسی وقت مل سکتا ہے کہ جب حکومت ان صنعتوں کے کارکنوں سے انصاف کرے..... لیکن جہاں حکمران اپنے کارخانوں اور فیکٹریوں پر تو ملک کا خزانہ لٹا رہے ہوں‘ لیکن قوم اور عوام سے انہیں کوئی غرض نہ ہو اور جہاں حکومت کی مدد سے صنعتی سلطنتیں قائم کی جائیں اور تمام مراعات کا مستحق ان ہی سمجھا جائے‘ وہاں اصل صنعت کار مایوس ہو جاتے ہیں۔ موجودہ نظام میں صنعتی اور زرعی میدان میں صرف بڑی مچھلیوں کو زندہ رہنے کا حق ہے۔ ہم اس نظام کو بدلنا چاہتے ہیں۔ حکومت کی طرف سے حقیقی صنعت کاروں کی سرپرستی ہو گی تو کام آگے بڑھے گا۔ حکومت اور افسر شاہی کی لوٹ مار ختم ہو گی تو ملک کی خوش حالی لوٹ آئے گی۔ ہمارے وزیر غلط کام کی سرپرستی نہیں کریں گے تو غلط کام کی حوصلہ شکنی ہو گی۔ صرف ان سرگرمیوں کی سرپرستی اور حوصلہ افزائی ہو گی جو بامقصد اور انسانیت کے لیے مفید ہوں گی۔ ہم سمجھتے ہیں اس طرح کا ایک ترقی یافتہ معاشرہ پاکستان میں قائم کیا جا سکتا ہے جس میں بھوک‘ ناانصافی اور عدم اطمینان کو ختم کر دیا جائے۔ محنت اور دیانت سے کام کیا جائے تو

دوسروں کے سامنے جھولیاں پھیلانے کے بجائے انشاء اللہ پاکستان دوسروں کو امداد دینے کے قابل ہو جائے گا۔

جماعت اسلامی کے کارکن کیا کریں؟

ہمارے لیے حوصلہ افزا امر یہ ہے کہ لوگ اس بات کو سمجھ چکے ہیں کہ معاشرے سے کرپشن کا خاتمہ' صاف و شفاف احتساب' عادلانہ نظام' لوٹ کھسوٹ کی دولت کی واپسی' اقتصادی ترقی اور غریبوں کی اشک شوئی کا کام جماعت اسلامی ہی کر سکتی ہے۔ لوگوں میں بڑے پیمانے پر یہ شعور پیدا ہوا ہے اور یہ شعور ہمارے لیے بہت بڑا اثاثہ ہے۔ ہمیں اس شعور کو معاشرے کے ہر گھر اور ہر فرد تک پہنچانا ہے ۔ جماعت اسلامی کے کارکن کو اس یقین کامل سے مسلح ہونا چاہیے کہ انشاء اللہ اس کی جدوجہد سے اللہ کا دین غالب ہو گا۔ اس کی محنت کا صلہ اسے اللہ کی رضا کی صورت میں ملے گا۔ یہی وہ نصب العین ہے جو ہمیں ہردم متحرک رکھتا ہے 'ہمیں چین سے بیٹھنے نہیں دیتا۔ اسی لیے ہم ہر در پر دستک دیتے ہیں۔ شوق اور جذبے کے بغیر اعلیٰ مقاصد حاصل نہیں ہو سکتے۔ جب تک ہمیں اپنے مقصد سے عشق نہیں ہو گا' ہم اپنی جدوجہد کا ثمر نہیں پا سکتے۔

ہمیں لوگوں تک اسلام کی دعوت پہنچانی ہے۔ دنیا بھر میں اسلام کی جو مسخ شدہ تصویر دکھائی جا رہی ہے ہم سمجھتے ہیں وقت آ گیا ہے کہ نہ صرف پاکستان کے عوام کو بلکہ پوری انسانیت کو بتا دیا جائے کہ حقیقی اسلام کیا ہے۔ خصوصاً اسلام کا جو تصور غیر مسلموں کو دیا گیا ہے کہ ملا کے ہاتھ میں اقتدار آ گیا تو زندگی سے مسرت و شادمانی ختم ہو جائے گی 'اس لیے کہ ملا تنگ نظر ہے' اس کے ہاتھ میں تلوار اور بندوق ہے ـــــ ملا دنیا بھر کو خون خوار نظروں سے دیکھنا ضروری سمجھتا ہے۔ وہ

چھوٹی چھوٹی غلطیوں پر طیش میں آ جاتا ہے' اس میں برداشت نہیں' حوصلہ نہیں ...وہ اختلاف کرنے والے کو کھانے کے لیے دوڑتا ہے وغیرہ وغیرہ -- ہمیں یہ تصور درست کرنا ہو گا۔ ہمیں یہ بتانا ہے کہ اسلام تو انسانیت کی فلاح و بہبود کا مذہب ہے' وہ تو لوگوں کو پیار و محبت کی تعلیم دیتا ہے۔ علم سے محبت کرنا سکھاتا ہے۔ اختلافات برداشت کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ اسلام فروعی اختلافات سے بالاتر ہے۔ وہ غیر مسلموں کے حقوق کا بھی تحفظ کرتا ہے۔ اس سے غیر مسلموں کے سامنے بھی اسلام کا ایک اجلا چہرہ سامنے آئے گا------۔ اسلام آج ساری دنیا سے عدل و انصاف کی بنیاد پر بہتر تعلقات کا خواہش مند ہے-- ساری انسانیت کو عدل و انصاف اور امن و آشتی کا پیغام دیتا ہے۔

امن و محبت کا یہ پیغام دنیا تک پہنچانے کی عظیم ذمے داری جماعت اسلامی کے کارکنوں کو سونپی گئی ہے' تو یہ ان کی خوش بختی ہے' مگر وہ جان لیں کہ یہ کام شوق و ذوق بلکہ عشق و جنون کا تقاضا کرتا ہے۔ انسان کی اصل قوت محبت' شوق اور عشق کی قوت ہے۔ عشق امام بن جائے تو انسان حیرت انگیز کارنامے انجام دیتا ہے۔ جس شخص کا منتہا و مقصود اعلائے کلمتہ اللہ ہو' اگر اس کی نیت خالص ہو اور زبان حال و قال پر اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو تو پھر انسان کو یہ تجربہ بھی حاصل ہوتا ہے کہ تھکن سے چور جسم بھی طمانیت سے سرشار رہتا ہے۔ وہ دن بھر لوگوں کے طعنے بھی سنتا ہے' دھتکارا بھی جاتا ہے' لیکن پھر وہی کام کرتا ہے جو اس کے مقصد کا تقاضا ہے۔ اس کا عملی ثبوت جماعت اسلامی کے کارکنوں نے اسلام آباد میں ۲۷' ۲۸ اکتوبر ۱۹۹۶ء کے دو دنوں میں دیا۔ ساری دنیا نے دیکھا کہ جماعت اسلامی کے کارکن' دو دن تک باطل کے خلاف صف آرا رہنے کے بعد جب پارلیمنٹ ہاؤس کے سامنے جا پہنچے تو ان کے سر بارگاہ ایزدی میں سجدۂ شکر کے لیے جھک گئے

۔۔۔۔ آنسوؤں نے چہرے تر کردیے ۔۔۔۔ نماز کی صف میں کھڑے ہوئے تو بے اختیار رو پڑے ۔۔۔۔۔ یہ سب کیا تھا؟ اگر یہ کامیابی کا نشہ ہوتا تو گردنیں اکڑ جاتیں' غرور ہوتا تو تخریب اور توڑ پھوڑ پر مجبور کرتا ۔۔۔۔ لیکن جماعت کے کارکنوں نے تو متانت' سنجیدگی' تحمل اور جہد و عمل کا سبق پڑھا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ ان کے پاس سب سے قیمتی متاع وقت ہے' مہلت عمل ہے۔ عمل جس کے نتیجے میں ایمان مضبوط ہوتا اور راستے کھلتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ط (عنکبوت۔۶۹)

(وہ لوگ جنہوں نے ہماری راہ میں جدوجہد کی' ہم انہیں اپنے راستے کی ہدایت عطا کرتے ہیں۔)

کارکنان جماعت اسلامی کو انشاء اللہ منزل مقصود ضرور ملے گی' دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ۔۔۔۔ اصل اور بڑی کامیابی تو اللہ کی رضا ہے۔ "و رضوان من اللہ اکبر" ۔۔۔ مگر جدوجہد شرط ہے۔

ہم نے انتخابات میں حصہ کیوں نہیں لیا ؟ کسی دوسری جماعت سے تعاون کیوں نہیں کیا اور اس بائیکاٹ کا ہمیں کیا فائدہ ہوا؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ کوئی جذباتی فیصلہ نہیں تھا' بلکہ بہت سوچ سمجھ کر کیا گیا فیصلہ تھا۔ ہم جانتے تھے اسلامی تحریکوں کے لیے کوئی ایسا مرحلہ ایسا بھی آسکتا ہے جب انہیں انتخابات میں حصہ لینے کے مقابلے میں بائیکاٹ کا فائدہ زیادہ ہوتا ہے۔ تاہم انتخابات میں حصہ نہ لینے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آئندہ بھی حصہ نہیں لیا جائے گا۔ ہم جب بھی سمجھیں گے اسلامی قوتیں قوت حاصل کر سکتی ہیں' اس میں حصہ ضرور لیں گے۔ انتخابات میں حصہ لینا یا نہ لینا اس پر منحصر ہے کہ اس سے تحریک اسلامی کتنی آگے بڑھ سکتی ہے۔

ہمارا فیصلہ درست ثابت ہوا

فروری ۹۷ء کے انتخابات میں حصہ لینا ہمارے خیال میں سراسر نقصان تھا۔ اس سے پہلے ہم نے پوری کوشش کی تھی کہ انتخابات کے موجودہ نظام کو بدلا جا سکے' تاکہ لوٹ مار کرنے والے ایک گروہ کی جگہ لوٹ مار کرنے والا دوسرا گروہ منتخب ہو کر نہ آسکے' لیکن انتخابی نظام نہ بدلا جا سکا۔ اس لیے کہ اصل قوت اس نظام کے محافظوں کے ہاتھ میں تھی۔ ہمارے مطالبے کے باوجود آئین کی دفعہ ۶۲'۶۳ پر عملدر آمد کرنے سے انکار کر دیا گیا۔ بالفاظ دیگر ان ہی کرپٹ 'خائن اور بے دین لوگوں کے نامزد ہونے اور منتخب ہونے کی راہ ہموار کر دی گئی جو ماضی میں ملک کی بربادی کے براہ راست ذمے دار تھے۔ اس صورت میں انتخابات میں حصہ لینے کا کوئی فائدہ نہ تھا۔ چنانچہ ہمارے خدشات درست ثابت ہوئے۔ فروری ۹۷ء کے انتخابات میں ایک بار پھر وہی جاگیردار اور سرمایہ دار منتخب ہو کر آگئے جن کی اکثریت دیانت و امانت سے عاری ہے۔ جنہوں نے ماضی میں قومی خزانے کو لوٹا ہے اور آج بھی دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہے ہیں۔ ہماری سوچی سمجھی رائے یہ ہے کہ یہی لوگ گزشتہ نصف صدی سے پاکستان کی ساری مصیبتوں کے ذمے دار ہیں۔ قوم کو جب تک ان سے نجات نہیں ملے گی نہ تو ملک بد امنی 'افلاس اور ناانصافی کے موجودہ گرداب سے نکل سکتا ہے نہ موجودہ غیر عادلانہ اور ظالمانہ نظام تبدیل ہو سکتا ہے۔

وہ لوگ جنہوں نے موجودہ حکومت تشکیل دی ہے ان کی غالب اکثریت اسی مفاد پرست ٹولے سے تعلق رکھتی ہے۔ ہمیں پورا یقین ہے کہ وہ اس نظام کی خرابیاں دور نہیں کر سکتے' نہ پاکستان کو موجودہ بحران سے نکال سکتے ہیں۔ چونکہ

دیانت اور امانت ان کے خمیر میں نہیں ' نہ یہ اسلامی نظام لا سکتے ہیں اور اسلامی نظام کے قیام کے بغیر پاکستان موجودہ مصیبتوں سے نہیں نکل سکتا۔ یہ لوگ اسلامی نظام تو کجا' وہ مغربی نظام لانے اور چلانے کے لیے بھی اہل نہیں جس کے نمائندے اور ایجنٹ ہیں۔

اب احتساب ہی کو لیجئے۔ موجودہ حکومت احتساب کے نعرے پر برسراقتدار آئی تھی' مگر یہ جو نواز شریف کی احتساب کی پالیسی ہے' اس سے کیا حقیقی احتساب ہو سکتا ہے؟ انہوں نے تو احتساب بل سے ۱۹۸۵ء سے ۱۹۹۰ء تک پورا دور ہی نکال دیا ہے۔ حالانکہ اسی دور میں زیادہ تر گھپلے ہوئے ہیں۔ اس دوران جتنی کرپشن ہوئی ہے اس سے قبل کبھی نہیں ہوئی تھی۔ اس عرصے میں کس کس نے کتنے قرضے لیے ہیں اور کتنے معاف کرائے' کون نہیں جانتا۔ سٹیٹ بنک اور دوسرے بنکوں میں اس کرپشن کی مکمل تفاصیل موجود ہیں' لیکن یہ سیاہ دور نواز شریف نے سفید کر دیا۔ حقیقت یہ ہے اس حکومت کے آگے اور پیچھے اندھیرا ہی اندھیرا ہے اور اس سیاہ کاری میں وہ خود اور اس کے اعیان و انصار بھی ملوث ہیں۔ مسلم لیگ جس کرپشن میں برابر کی حصے دار ہے اس سے صاف نکلنا چاہتی ہے۔

سپریم کورٹ سے سود کے خلاف اپیل واپس لینے کا دعویٰ کیا گیا ہے' حالانکہ حقیقت یہ ہے انہوں نے شریعت کورٹ میں اپیل دائر کی ہے کہ وہ اپنے فیصلے پر نظرثانی کرے۔ یہ بھی دھوکہ دینے کی بات ہے۔ اصل ضرورت تو یہ تھی کہ اپیل واپس لینے کے بجائے اپنے فیصلے کو تبدیل کرتے' مگر یہ دو برس مزید سود جیسی لعنت کو ملک پر مسلط رکھنے کی مہلت مانگ رہے ہیں۔ ان کا خیال ہے انہیں دو سال کا عرصہ مل جائے گا' لیکن جیسے ان کے اعمال ہیں' کون کہہ سکتا ہے ان کو دو سال بھی مل سکتے ہیں۔

کون جیتا ہے تیری زلف کے سر ہونے تک

گیارہ برس تک ضیاء الحق کے دور میں غیر سودی بینکاری کے نام پر فریب اور دھوکہ دیا جاتا رہا۔ اس کے بعد نو برس مزید جھوٹ اور فریب سے سود کے ساتھ گزار لیے گئے۔ اب یہ مزید دھوکہ دہی کے ذریعے دو برس گزارنا چاہتے ہیں۔ فیصلہ تبدیل کرنے کے لیے کورٹ میں اپیل کر رہے ہیں جسے فیصلہ واپس لینے کی درخواست قرار دے رہے ہیں۔ سود کے بارے میں کیا اللہ تعالیٰ کا واضح ارشاد موجود نہیں کہ یہ اللہ اور رسول کے خلاف اعلان جنگ ہے؟ جو لوگ اللہ اور رسول سے جنگ جاری رکھنے کے لیے دو سال کی مہلت مانگ رہے ہیں ان سے ہم کیسے صلح کر سکتے ہیں؟

جماعت اسلامی کی ممبر سازی مہم

ہم نے پہلے مسلم لیگ اور دوسری جماعتوں سے اتحاد کیا اور در در اور گلی گلی جا کر ان کے لیے ووٹ مانگے۔ اس لیے کہ ہم سے وعدہ کیا گیا تھا ملک میں اسلامی نظام ہوگا، مغرب کی غلامی نہیں ہوگی، سود نہیں ہوگا، بھارت سے دوستی نہیں ہوگی، کشمیر آزاد کرایا جائے گا، افغانستان میں امن قائم کیا جائے گا، ملک میں امن قائم ہوگا اور لوگوں سے انصاف کیا جائے گا۔ لیکن کوئی وعدہ بھی پورا نہیں کیا گیا۔ مسلم لیگ سے کچھ بھی نہیں ہوا، اس لیے ہم نے اپنی جماعت کو اس سے الگ اور خالص کر دیا۔ اب ہم نے اپنی تحریک کو خود منظم کیا ہے۔ پہلے جن لوگوں سے ہم ووٹ مانگتے تھے، ان سے اب ہم کہہ رہے ہیں کہ آپ اسلام نافذ کرنے والی جماعت کے ممبر بن جائیں۔ اسی میں ہماری، آپ کی اور پورے ملک کی فلاح ہے۔ ہمارا تجربہ ہے جو لوگ ممبر بن رہے ہیں ان کے اندر تیزی سے تبدیلی آ رہی

ہے۔ اگر ان میں تبدیلی آ رہی ہے ' انہیں احساس ہو گیا ہے کسی اچھی جماعت میں آ گئے ہیں ' تو انشاء اللہ ' آئندہ انہیں کوئی بھی کسی برائی کے فروغ کے لیے استعمال نہیں کر سکے گا۔ ہمارے معاشرے میں بے شمار اچھے لوگ موجود تھے جو ہمارے ساتھ نہیں تھے۔ ہم نے اب ان اچھے لوگوں تک رسائی حاصل کی ہے۔ ہم ان کے اندر موجود اچھائی ' اسلام سے محبت اور وابستگی کے حوالے سے ان کو ساتھ ملا رہے ہیں۔ ہمیں یقین ہے اچھے لوگوں کی اکثریت لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کے پرچم تلے جمع ہو جائے گی ' تو ملک میں وہ حقیقی انقلاب رونما ہو گا جس کا ہوم ورک ہم پہلے ہی مکمل کر چکے ہیں۔ انشاء اللہ پھر ہر سو اجالا ہی اجالا ہو گا اور اندھیرے خود بخود چھٹ جائیں گے۔

ہمیں ممبر سازی کی اس مہم کے دوران کئی خوشگوار تجربے ہوئے ہیں۔ عام لوگ دل کے دروازے کھولے بیٹھے ہیں ' کوئی سچا مسلمان اور محب وطن پاکستانی نظر آئے تو یہ فوراً اسے سینے سے لگا لیتے ہیں۔ اب تک یہ اسی نام پر دھوکا کھاتے چلے آئے ہیں۔ اب انہیں کھرے اور کھوٹے میں تمیز ہو رہی ہے۔ خود ہمارے کارکن بھی متحرک ہو گئے ہیں ' ہم نے ممبر سازی کے اثرات کی جو رپورٹ لی ہے اس کے مطابق بالکل "مردہ" کارکنان بھی اٹھ کھڑے ہوئے اور چل پڑے ہیں ' آہستہ آہستہ وہ لوگ بھی کام پر آمادہ ہو رہے ہیں جو ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ گئے تھے۔ ہم نے جمود توڑ دیا ہے۔ جس طرح پانی کے بہنے سے جراثیم مرجاتے ہیں اسی طرح قافلے کے چل پڑنے سے اس میں شامل افراد کی جسمانی اور روحانی خرابیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے ایک موقعے پر صحابہ کے درمیان ممکنہ جھگڑے کا قلع قمع کرنے کے لیے انہیں سفر کا حکم دیا تھا۔ یہ وہ موقع تھا جب انصار اور مہاجرین کے درمیان کشمکش سامنے آ گئی تھی۔ خطرہ تھا کہ بدمزگی میں اضافہ ہو

جائے گا' تو حضورؐ نے صحابہؓ کرام کو ساری رات چلایا اور چلا چلا کر تھکا دیا۔ دراصل بیٹھ کر اور گپ شپ کر کے لوگ جمود کا شکار ہو جاتے اور باہمی جھگڑوں میں الجھ جاتے ہیں۔ چشمہ صافی بھی رک جائے تو ایک بدبودار جوہڑ میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ پاکیزگی چھپ جاتی اور گندگی اچھل کر سطح پر آجاتی ہے۔ حضورؐ نے حکمت سے کام لیتے ہوئے قافلے کو چلا دیا تو جھگڑا ٹل گیا۔ اس لیے چلانا اور لوگوں کو کام پر لگانا غیبت، بغض و عناد اور دوسری برائیوں سے روکنے کا بہترین طریقہ ہے۔ الحمد للہ آج ہمارے کارکن اور ارکان پوری طرح کام پر لگے ہوئے ہیں۔ وہ لوگوں کی تربیت کر رہے ہیں' انہیں ساتھ ملا رہے ہیں۔ اس سے ایک عمومی تحرک کی فضا پیدا ہو رہی ہے' جس سے مفاسد کا قلع قمع بھی ہو رہا ہے اور نئی تعمیر کے امکانات بھی پیدا ہو رہے ہیں۔ ممبر سازی کا یہ سلسلہ انشاء اللہ رکے بغیر اب جاری رہے گا۔ کوئی اس کام میں رکاوٹ نہیں بن سکتا۔

مایوسی کا علاج

اس بات سے اتفاق ہے کہ پاکستان کے عوام بحیثیت مجموعی مایوسی کا شکار ہیں۔ پہلے جو لوگ پیپلز پارٹی سے مایوس تھے وہ اب حکومت اور مسلم لیگ سے مایوس ہیں۔ انہیں انتخابات سے کچھ نہیں مل سکا' اس لیے یہ لوگ جمہوریت اور ووٹ سے ہی مایوس ہو رہے ہیں۔ یہ مارشل لا اور فوجیوں سے بھی مایوس ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں اس مایوسی کو عوامی رابطے کے ذریعے ہی دور کیا جاسکتا ہے۔ ہمارے کارکن انشاء اللہ ہر گلی میں جماعت اسلامی کا دفتر قائم کریں گے۔ لوگوں کو یقین دلا دیا جائے گا کہ اب صرف ایک ہی راستہ ہے.... اسلام کا راستہ.... جماعت اسلامی کا راستہ۔ لوگ کہتے ہیں جماعت اسلامی ایک چھوٹی جماعت ہے' اقتدار میں نہیں

آسکتی' یہ تاثر اب ختم ہو جانا چاہیے۔ جب اس ؑ کے پچاس لاکھ ممبر ہوں گے اور ہر گلی محلے میں اس کا دفتر ہو گا تو یہ تاثر ختم ہو جائے گا۔ لوگوں کے اندر امید کی روشنی پیدا ہوگی۔ مجھے یقین ہے صرف تین چار ماہ میں مایوسی کا یہ پورا منظر امید میں بدل جائے گا۔ مجھے یقین ہے اللہ کی نصرت ہمارے ساتھ ہو گی تو لوگ تبدیلی اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔

جو لوگ حالات کے بگاڑ کی اصلاح مارشل لا سے کرنا چاہتے ہیں' وہ غلطی پر ہیں۔ اب مارشل لا بھی نہیں آسکے گا اور جمہوریت کا یہ تصور بھی ختم ہو جائے گا کہ اس میں صرف جاگیردار' سرمایہ دار اور خاص قسم کے شاطر لوگ ہی کامیاب ہو سکتے ہیں۔ حکومت کے ایوانوں میں جماعت اسلامی داخل ہوگی تو یہ سب شکوک وشبہات رفع ہو جائیں گے۔ ہم بیماری کا علاج بیماری سے اور برائی کا انسداد برائی سے نہیں کریں گے۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ **اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ** (بے شک نیکیاں ہی برائیوں کو ختم کر سکتی ہیں) ہم نہیں چاہتے کہ آئندہ مارشل لا آئے یا سرمایہ دار اور جاگیردار پھر سے جمہوریت کے نام پر اس کی مٹی پلید کریں۔ اس سے انشاء اللہ ہم بچنے کی کوشش کریں گے۔

خونی انقلاب یا اسلامی انقلاب؟

لوگ فرسٹریشن کا شکار ہوتے ہیں تو ان کی زبان سے بغیر سوچے سمجھے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ اس ملک کا علاج "خونی انقلاب" سے ہو سکتا ہے۔ یہ خطرناک سوچ ہے۔ ہمیں لوگوں کو باور کرانا ہے کہ یہ علاج نہیں' یہ تو نئی تباہی کو دعوت دینا ہے۔ پاکستان میں خون کی پہلے ہی بہت ارزانی ہے۔ آئے روز خون بہتا ہے۔ کیا اس خون ریزی سے کوئی انقلاب آیا؟ اگر ہر طرف خون بہے گا تو کیسا انقلاب آئے

گا۔ ''خونی انقلاب'' غیر اسلامی اور غیر انسانی تصور ہے۔ اسلامی انقلاب کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ایک تحریک برپا ہو اور اسکی متعین غایت اور متعین لیڈر شپ ہو۔ اسلامی نظریے اور قیادت کے تحت جب لوگ اٹھیں گے تو مجھے یقین ہے اس کے سامنے کوئی نہیں آسکے گا۔ اگر آئے گا تو اس کا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ پھر بھی اگر افراتفری پھیلانے کی کوشش کی گئی تو لوگ قربانی دینے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ قربانی دینے سے تبدیلی آتی ہے' خون ریزی سے نہیں۔ گزشتہ سال ہمارے چار افراد شہید ہوئے تو پورے پاکستان نے دیکھ لیا کہ ان کی شہادت سے کتنی بڑی تبدیلی آئی۔ یہ پیپلزپارٹی کی حکومت کے خلاف تحریک تھی جس میں تصادم سے بچنے کی کوشش کی گئی۔ اس پرامن تحریک میں حکومتی اشتعال کے باوجود ہمارے لوگوں نے تشدد کا راستہ اختیار نہیں کیا۔ حالانکہ ان کے لیے اس طرح کا آپشن حکومت کی جارحیت نے پیدا کر دیا تھا' لیکن انہوں نے پرامن راہ اختیار کی۔

آج ضرورت اس امر کی ہے لوگوں کو شعور دلایا جائے کہ وہ ایک دیانت دار قیادت کا انتخاب کس طرح کر سکتے ہیں۔ ایسی قیادت کو قبول کر لینے کے بعد اس کی سرکردگی میں پرامن طریقے سے تبدیلی کی راہ پر سفر آسان ہو جائے گا۔ جماعت اسلامی پچاس لاکھ ممبران کا ہدف پورا کرنے کے بعد لوگوں کو آسانی سے اس طرف لے جا سکتی ہے۔ جب ہر گلی کوچے' ہر شہر اور قصبے سے لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے تو یہ بوسیدہ نظام خود بخود راستہ دے گا۔ ہمیں لوگوں کو یہ بتانا ہے کون سی قیادت اس ملک کو سنبھال سکتی ہے اور کون سی نہیں۔ عوام کے شعور کے سامنے بڑے سے بڑے طاغوتی لشکر ہتھیار ڈال دیتے ہیں۔ یہ نظام بھی اس کا راستہ چھوڑ دے گا۔ نہیں چھوڑے گا تو مغلوب ہو کر چھوڑنے پر مجبور ہو جائے گا۔

پاکستان کے آئین کے اندر قرارداد مقاصد موجود ہے۔ یہ بہت اچھی بنیاد ہے

اس قرار داد میں ایک زبردست تبدیلی کی تحریک موجود ہے۔ میں سمجھتا ہوں پاکستان کی نصف صدی کی تاریخ میں اسلامی تحریک کی جدوجہد' مطالبے اور دباؤ سے پہلے ہی خاصی مثبت تبدیلیاں آچکی ہیں۔ اسلام اس ملک کے نصاب حیات کا "لازمی مضمون" بن چکا ہے۔ اب کسی میں یہ ہمت نہیں کہ وہ ملک کو لادینی کی سمت چلا سکے۔ عسکری اداروں میں Motivation-cell بنے ہیں اور اسلامی تعلیمات پر اچھا خاصا کام ہوا ہے۔ اگرچہ اس سلسلے میں ابھی کافی کام کی ضرورت ہے۔ حکومت کی طرح فوج کے نظام کو بھی بدلنا ہو گا۔ یہ دور غلامی کی یادگار ہے۔ اسے اس طرح تبدیل کرنے کی ضرورت ہے جو پاکستان کی فوج کے ماٹو ایمان' تقویٰ اور جہاد فی سبیل اللہ کی شایان شان ہو۔ قوانین اور آئین میں تبدیلی کی ضرورت ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل نے جو سفارشات مرتب کی ہیں وہ قانونی نظام میں تبدیلی لانے کے لیے کافی اسلامی بنیاد فراہم کرتی ہیں۔ آئین کی موجودگی میں پورے قانونی ڈھانچے کو اسلام کے سانچے میں ڈھالنا اب دشوار نہیں رہا۔ ابہام دور کرنے کے لیے عدلیہ اور اسلامی نظریاتی کونسل جیسے ادارے موجود ہیں۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی اس طرح کی تشکیل کی جاسکتی ہے کہ اس میں شامل علماء' فقہا اور فضلاء مصلحتوں سے بالاتر ہوں... صحیح معنوں میں دین کا شعور رکھتے ہوں--- متقی ہوں-- قانع ہوں... اور کسی بھی مصلحت کو بالائے طاق رکھ کر فیصلہ کرنے والے ہوں۔ اسلامی نظریاتی کونسل کو نہایت اہم اور بنیادی کردار ادا کرنا ہے۔ اس کی تشکیل نو ہو گی تو لوگوں کو اس پر اعتماد ہو گا۔ لوگ سمجھیں گے کہ انہیں ایک صحیح سمت میں چلایا جا رہا ہے۔ ہمیں لوگوں کو باور کرانا ہے کہ خونی انقلاب تباہی کا راستہ ہے اور اسلامی انقلاب حقیقی تبدیلی اور نجات کا۔

•

اپنا دفاع' اپنے ہاتھ

ملک میں وسائل بہت ہیں' لیکن کرپشن کی نذر ہو رہے ہیں اور بیرون ملک بھی منتقل ہو رہے ہیں۔ معاشی تباہ حالی حد سے بڑھ گئی ہے' مگر یہ بہت غلط ہو گا اگر کرپشن ختم کرنے کے بجائے دفاعی بجٹ میں کمی کرنے کی کوشش کی جائے۔ ہم نہیں چاہتے کہ ہمارا دفاع کمزور ہو۔ ہم ریاست کو مضبوط بنانا چاہتے ہیں۔ دفاعی اور عسکری صلاحیت میں اضافہ ہمارے ایمان اور عقیدے کا تقاضا ہے۔ خصوصاً آج کے دور میں جب سرمایہ دار' NGO's اور ملٹی نیشنلز ہر طرف سرگرم عمل ہیں اس کی اہمیت بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ دوسروں کے کہنے پر اگر ہم دفاعی بجٹ کم کرلیں یا ملکی دفاع کو کمزور کرلیں تو ملک اپنی آزادی برقرار نہیں رکھ سکتا۔ ایسا سوچنا بھی انتہائی حماقت ہے' یہ تو یہود اور دوسری اسلام دشمن قوتوں کو حکمرانی دینے کے مترادف ہے۔ ہم ریاست اور اس کے دفاع کو مضبوط بنانا چاہتے ہیں۔ ہم نہیں چاہیں گے کہ بین الاقوامی مالیاتی ادارے بے لگام ہو کر ہمارے داخلی' خارجی اور دفاعی منصوبوں پر کنٹرول حاصل کرلیں۔ ہمارے خیال میں NGOs اور ملٹی نیشنلز کو شتر بے مہار کی طرح نہیں چھوڑنا چاہیے۔ ہم ریاست کی بالادستی کو یقینی بنانا چاہتے ہیں۔ آج اگر یہ کہا جا رہا ہے کہ مغربی ممالک پاکستان کی آزادی سلب کرنا چاہتے ہیں تو اس کا مطلب سرمایہ کاری کے نام پر عالمی استعمار کا براہ راست اور بالواسطہ ہماری آزادی اور ملکی معاملات میں مداخلت کرنا ہے۔ ہم غیر ملکی سرمایہ کاری کے لئے باقاعدہ کسی اصول اور ضابطے کے قائل ہیں جو ملکی سلامتی اور وقار کی حفاظت کرتا ہو۔ جس طرح ہم غیر ملکی قرضوں کے خلاف ہیں' اسی طرح کسی مغربی سرمایہ کار کو اپنے ملک میں اہم فیصلے کرنے کا حق بھی نہیں دیں گے۔ اس کی نگرانی کا کام ہم فوج کو سونپیں گے۔

معیشت کی اصلاح

جماعت اسلامی اقتدار میں آئے گی تو اس کا معیشت کو سنوارنا اس کی اولین ترجیحات میں سے ہوگا ہم سب سے پہلے لوٹ مار کی دولت واپس لائیں گے۔ اس کے بعد ہم انتظامیہ اور افسر شاہی کی اخلاقی تربیت کریں گے تاکہ وہ خود کو ملک اور قوم کے خزانے کے چوکیدار اور محافظ سمجھیں' مالک اور وارث خیال نہ کریں۔ ہم علم کو عام کریں گے تاکہ معاشرے کا ہر فرد "امین و صادق" کا مطلب سمجھ سکے۔ ہمارے اور کمیونسٹوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ وہ معاشی اور رمادی مسئلے کو سب ضرورتوں کی جڑ سمجھتے ہیں' جب کہ ہم تعلیمی اور اخلاقی مسئلے کو سب سے بڑی ضرورت قرار دیتے ہیں۔ ہمارے خیال میں بہتر تعلیم اور اخلاقی تربیت سے ہی نظام کی مستقل اصلاح ہوسکتی ہے۔ ہم انشاء اللہ ذرائع ابلاغ اور تعلیمی اداروں کی اصلاح کی کوشش کریں گے۔ جدید دور میں علم کی ترویج و اشاعت میں ذرائع ابلاغ کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے۔ ہم اس قوت کی مدد سے ہر پاکستانی شہری کو تعلیم یافتہ بنائیں گے۔ تعلیمی ڈھانچے کی مکمل اصلاح ہمارے پروگرام کا مستقل حصہ ہے۔ اساتذہ کو اس طرح منظم کیا جائے گا' تاکہ طلبہ کو صحیح طریقے سے تعلیم دے سکیں ۔اس کے لیے طویل اور مختصر عرصے کے موثر پروگرام رکھے جائیں گے۔

قومی تربیت اور سیرت سازی ہمارے خیال میں ایک مستقل کام ہے۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا کلچر پروان چڑھنے سے دیانتداری اور ایمانداری کی فضا پیدا ہوگی۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ حکمران سادگی اور ایمانداری کی مثال خود پیش کریں اور اپنا معیار زندگی ایک عام آدمی کے برابر لے آئیں۔ اس سے راتوں رات امیر بننے کی دوڑ خود بخود ختم ہو جائے گی اور اخوت وتعاون پر مبنی معاشرہ قائم

ہو گا۔ لوگ محلات کی تعمیر میں مقابلے کے بجائے اخلاق و کردار میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کریں گے۔ فقیر منش حکمرانوں کا معیار زندگی ذرائع ابلاغ کے ذریعے لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے گا اور یہ ماڈل ہو گا جس پر ہر ایک کو عمل کرنا ہو گا۔ مضامین، جرائد، اخبارات اور دیگر ذرائع سے لوگوں کا ذہن بنایا جائے گا کہ وہ سادہ زندگی گزاریں۔ اس ضمن میں پریس بہت اہم کردار ادا کرے گا۔

معیشت کی اصلاح کے لیے ہم لوگوں کو ترغیبات پیش کریں گے اور اس ضمن میں بنیادی اندرونی داعیہ اخلاق ہو گا۔ آج ملک فرقہ واریت کی جس آگ میں جل رہا ہے، اس آگ کو صرف اخوت کے اصول کی تنفیذ سے ہی بجھایا جا سکتا ہے۔ قرآن پاک نے محبت و اخوت کے اس اثاثے کو "نعمت" قرار دیا ہے، ہم اس نعمت کو عام کریں گے۔

ملک کی حفاظت اور امت کو تقویت پہنچانے کے لیے صنعتی و زرعی پیداوار اور تجارت کو فروغ دینا ہمارا اہم ہدف ہے۔ یہ کام بھی جہادی جذبے سے ہی ممکن ہے۔۔ اسلامی ممالک سے تجارت بڑھائی جائے گی جس سے امت کو بھی استحکام ملے گا۔ اپنی پیداوار کو اس طرح بڑھایا جائے گا کہ وہ ملت اسلامیہ کی ضرورت پوری کرے اور ہماری جہادی ضروریات کے لیے بھی مدد و معاون ثابت ہو۔

ایک مثالی پاکستان

ہمارے سامنے پاکستان کا جو ماڈل ہے اس میں ملک کی ترقی بہت اہم ہے۔ افراد کی خوش حالی سے قومیں خوش حال ہوتی ہیں۔ ہم تیرہ کروڑ پاکستانیوں کو ملک کے وسائل اور سہولیات تک رسائی کے مساوی حقوق دینا چاہتے ہیں۔ بارسوخ

اور مقتدر لوگ کمزور اور غریب لوگوں کے حقوق کا استحصال نہیں کر سکیں گے۔ سب کو ترقی کے برابر مواقع حاصل ہوں گے، لیکن حقوق کی تقسیم میں نفرت و انتقام کے بجائے محبت اور تعاون سے کام لیا جائے گا۔ آپ تصور کیجئے... ایک ایسے پاکستان کا جس میں چند سو بڑے صنعت کاروں، تاجروں اور سرمایہ داروں کے تسلط کے بجائے کئی لاکھ بلکہ کئی کروڑ لوگ ملکی صنعتوں کے مالک اور تجارت اور زراعت کی ترقی میں حصہ دار ہوں گے۔

تصور کیجئے اس مثالی پاکستان کا جہاں ہر غریب کا بچہ اعلیٰ ترین درس گاہ میں زیر تعلیم ہو گا--- جہاں غریب مزدور بھی ریاست کے دوسرے شہریوں کی طرح علاج معالجے کی جدید سہولتوں سے فیض یاب ہوں گے۔ جہاں اعلیٰ حاکم اور چھوٹے افسر کے درمیان موجودہ غیر منصفانہ تفاوت نہیں ہو گی۔ ملک کے صدر اور وزیر اعظم بھی عام گھروں میں مقیم ہوں گے، جن میں ملازمین کی فوج نہیں ہو گی، ان گھروں کے افراد اپنے کام خود کریں گے۔ الحمدللہ جماعت اسلامی کے کارکن پہلے سے ایسی زندگی گزار رہے ہیں، ان کے لیے اعلیٰ عہدوں پر پہنچ کر بھی یہی معیار زندگی اپنائے رکھنا کچھ دشوار نہیں۔

ہمارے بارے میں یہ تاثر بھی درست نہیں کہ ہم عوام کو تفریح و مسرت سے محروم کر دیں گے، بلکہ ہم تو پوری عوامی سوسائٹی کو مسرت و شادمانی کا گھر بنا دینا چاہتے ہیں۔ ہمارا تفریح اور کھیل کود کا انداز بھی منفرد ہو گا۔ بچوں اور خواتین کے لیے الگ تفریح گاہیں بنائی جائیں گی۔ مردوں کے لیے الگ سے تفریحی مراکز ہوں گے۔ ہمارا ماڈل ایسا ہے کہ کھیل کے میدانوں میں بھی شرافت، تعاون اور اخوت کا جذبہ کار فرما ہو۔

ہم ماڈل دیہات تعمیر کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ لوگوں کو اس طرح کی مثالی

بستیاں قائم کرنے کی ترغیب دی جائے گی کہ یہ بستیاں بڑے شہروں کے لیے قابل رشک بن جائیں۔ انشاء اللہ ہم اپنی ماڈل بستیوں کی یورپ اور امریکہ سے بھی بہتر طور پر منصوبہ بندی کریں گے۔ ہماری مثالی بستیاں آگے چل کر ساری دنیا کے لیے قابل تقلید ہوں گی۔ ان میں ہم ان خرابیوں سے بھی بچیں گے جو دنیا بھر میں پائی جاتی ہیں اور وہ ساری خوبیاں موجود ہوں گی جن کا کسی جدید ترین اور فلاحی معاشرے میں تصور کیا جا سکتا ہے۔

ہمارے معاشرے کی بنیاد دشمنی اور انتقام کے بجائے محبت اور اخلاص پر رکھی جائے گی۔ اگر کسی نے یہ سوچ رکھا ہے کہ سروں کو نیزوں پر اچھالا جائے گا اور ہاتھ پیر کاٹے جائیں گے، تو وہ یہ سوچ بدل ڈالے۔ ہم اپنے بدترین دشمنوں کو بھی معاف کرنے کا جذبہ اور سلیقہ رکھتے ہیں۔ ہمارے سامنے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثال موجود ہے۔ انہوں نے فتح مکہ کے موقعے پر عام معافی کا اعلان کیا اور بدترین دشمنوں کے سابقہ جرائم بھی معاف کر دیے۔ ان سے درگزر کا معاملہ کیا۔ ہم جب ایک نئے دور کا آغاز کریں گے تو ہر قسم کی انتقامی کارروائی سے بچنے کی کوشش کریں گے۔ تاہم قوم کے خائنوں سے لوٹی ہوئی دولت ضرور واپس لی جائے گی۔ اس کام کے لیے جزا و سزا کا وہ نظام مددگار ہو گا جو ہمیں اسلام عطا کرتا ہے۔

(بشکریہ پندرہ روزہ جہادِ کشمیر)

جاری کردہ

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

ماہنامہ

ترجمان القرآن

مُدیر

خورشید احمد

اپنی نوعیت کا مقبول ترین

اور مستقبل کا راہ نما رسالہ

آج

دُنیا کی قیادت کے لیے

اسلام اور مغرب

میں معرکہ آرائی

مُستقبل کس کا ہے؟ — اسلام کا!

ترجمان القرآن مُستقبِل کی تعمیر کے لیے ایمان اور حکمت کی دولت فراہم کرتا ہے۔

ترجمان القرآن آج کے سُلگتے مسائل کا حل اسلام کی روشنی میں پیش کرتا ہے۔

ترجمان القرآن تحریک ہے ...... اسے پھیلانے میں حصّہ لیجئے۔

- خود پڑھیے، دُوسروں کو پڑھائیے۔
- جو ایک بار پڑھے گا۔ ہر ماہ لے گا۔

ترجمان کی اشاعت صدقہ جاریہ ہے، اس کے اجر کی انتہا نہیں

-/۱۵۰ روپے ارسال کر کے سالانہ خریدار بنیے۔ فی شمارہ -/۱۵ روپے

رابطہ: ۵-اے، ذیلدار پارک اچھرہ، لاہور فون: ۷۵۸۷۹۱۶ فیکس: ۷۸۳۲۱۹۴